© rasailojaraid.com

مرزا نذیر احمد عینک فریمی
ایک نابغۂ روزگار مزاح گو

عبداللطیف الفت
(اسلام آباد)

عینک فریمی مرحوم، جن کی قومی ترانے کی پیروڈی ''نقیبِ ختم نبوت'' (اگست ۱۹۹۲ء) میں چھپ کر دوروز دیک سے داد پاچکی ہے، دہلی کے رہنے والے تھے۔ ان کا اصلی نام مرزا نذیر احمد تھا۔ اس پیروڈی کا پس منظر یہ تھا کہ پچاس کے عشرے میں ملک کے قومی ترانے کے سلسلے میں شعراء سے فکری کاوشوں کی استدعا کی گئی۔ مختلف ''نمونے'' سامنے آئے۔ ہر خاص و عام کو معلوم تھا کہ فردوسیٔ اسلام حفیظ جالندھری کا پیش کردہ ''قومی ترانہ'' سرکار میں شرفِ قبولیت حاصل کرلے گا۔ منظوری سے پہلے ہی یہ ترانہ اخبارات اور جرائد میں چھپ چکا تھا اور اس کے حسن و قبح پر لے دے شروع ہوگئی تھی۔ اہم ترین اعتراض یہ تھا کہ زبان کے اعتبار سے یہ ترانہ تمام تر فارسی زبان میں ہے اور پورے مسودہ میں اردو کا صرف ایک لفظ ''کا'' استعمال ہوا ہے اور وہ اس مصرع میں……ع

پاک سرزمین ''کا'' نظام

ملک کے حالات اس وقت بھی دگرگوں تھے۔ عہدوں کی بندر بانٹ، متروکہ املاک پر ناجائز قبضے، جائز و ناجائز طریقے سے دولت سمیٹنا، رشوت اور سفارش کا دور دورہ، غرض یہ کہ صورتِ حالات اتنی مایوس کن تھی کہ خود قومی ترانے کے مصنف حفیظ جالندھری کو کہنا پڑا:۔

رہنماؤں کو سجا کر منزلِ مقصود پر　　ٹھوکریں کھاتا ہے، تاریکی میں امت کا جلوس
جن بہشتی مقبروں پر ہوگئے روشن چراغ　　ملتِ بیضا یہی تھے چند گنتی کے نفوس
ہم نے یہ طرّے چنے تھے لیگ کے ارشاد پر　　لیگ خود ہی سرنگوں ہے آج اس افتاد پر

ان حالات کی عکاسی کرتے ہوئے مختلف لوگوں نے طبع آزمائی کی اور ان کا صحیح نقشہ کھینچا۔ ملک کے معروف مزاح گو مجید لاہوری نے بھی مجوزہ ترانے کی پیروڈی لکھی جو ان کے جریدے ''نمک دان'' میں چھپی۔ ملاحظہ فرمائیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحفۂ حسین شاد باد

بج رہی ہے بین ، شاد باد　میرے لال دین شاد باد
تیرا پان کتنا پُر بہار　جانِ لالہ زار
تحفۂ حسین شاد باد
کتھا چونا چھالیہ قوام　انسدادِ نزلہ و زکام
رنگ و بو کی مملکت　جانِ من تابندہ باد
تیرا کیف حاصلِ مراد
حاملِ روایت قدیم　مظہرِ عنایت عمیم
رہبرِ صراطِ مستقیم　رحمتِ کریم
ارمغانِ جنتِ نعیم

مجید لاہوری کا ایک اور ترانہ بھی ہے جو انہی دنوں ''نمکدان'' میں شائع ہوا:

پاکستان ہمارا ہے

پاکستان ہمارا ہے ، پاکستان ہمارا ہے
چھک چھک ، پھٹ پھٹ ، غر غر غوں
بھر بھر ، پھُس پھُس ، پوں پوں پوں
جھَام جھَما جھَم ، جھیم جھوں
جھجر جھجر جھجر جان
پاکستان
پاکستان ہمارا ہے ، پاکستان ہمارا ہے
ہم سندھی ہم مکرانی
ہم بلوچی ہم ملتانی
ہم کشمیری ہم پنجابی
ہم بنگالی ہم پٹھان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وئی وئی ، ڈغ ڈغ ڈان
پاکستان
پاکستان ہمارا ہے ، پاکستان ہمارا ہے
رستہ تیرا ٹانگ ہماری
کنگھ تیرا ، مانگ ہماری
مرغا تیرا ، بانگ ہماری
تیری پگڑی ، میری شان
ٹاٹن ٹان ٹناٹن ٹان
پاکستان
پاکستان ہمارا ہے ، پاکستان ہمارا ہے

مرزا نذیر احمد عینک فریمی کی پیروڈی سب پر سبقت لے گئی۔ ان اشعار کو بار بار پڑھئے اور غور فرمائیے کہ کیا موجودہ ملکی وقومی کیفیت پر یہ سو فیصد منطبق نہیں ہوتے:

لوٹ مار چھین شاد باد

کھیت گھر زمین شاد باد　　کار بہترین شاد باد
پگڑیاں وزارتیں مکان　　کوٹھیاں ، عمارتیں ، دکان
لوٹ مار چھین شاد باد
بے وقوف لوگ ہیں عوام　　رہ گئے غلام کے غلام
کرسی ، عہدہ ، سلطنت　　جوئندہ و پائندہ باد
لیڈروں کی منزلِ مراد
ہر طرف سفارشوں کا جال　　سرنگوں ترقی و کمال
پاک سر زمین میں حلال　　رشوتوں کا مال
رحمتِ خدائے ذوالجلال

مرزا کو میں نے ۱۹۵۱ء یا ۱۹۵۲ء میں گورنمنٹ کالج راولپنڈی کے ایک مشاعرے میں سنا۔ ان کی نظم پروردگارِ عالم کی قدرتوں اور کرشمہ سازیوں کے بیان پر مشتمل تھی اور ٹیپ کا مصرعہ تھا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''سب کو کیا ہے تو نے پیدا''

اس نظم میں ارض وسما کی پہنائیوں میں تخلیق شدہ تمام عناصر کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ نظم پڑھتے ہوئے وہ اس مصرعے پر پہنچے:

مسجد، مندر، بُدھوں کے مَٹھ

پھر رک گئے۔ ہال پر ایک نظر اِدھر سے اُدھر تک دوڑائی۔ مصرع دوبارہ پڑھا۔ حاضرین جو پہلے ہی نظم کے سحر میں آ چکے تھے، بے چینی سے منتظر تھے۔ شعراء سوچ رہے تھے کہ ''مَٹھ'' کا کیا قافیہ باندھا جائے گا۔ مرزا نے پورے سسپنس کے بعد شعر مکمل کیا:

مسجد ، مندر ، بدھوں کے مٹھ
اکسٹھ ، باسٹھ ، تریسٹھ ، چونسٹھ

سامعین کی داد وتحسین نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ محسوس ہو رہا تھا کہ ہال کی چھت اڑ جائے گی۔

مشاعرہ ختم ہوا۔ ہم چند دوست بے تابی سے لپکے کہ عینک فریمی سے ملیں، لیکن پتا چلا کہ یہ نوجوان شاعر جس نے مشاعرہ لوٹ لیا تھا کب کا جا چکا ہے۔ پتا چلا کہ اسے کالج کی طرف سے ترتیب دیئے گئے پُر لطف عشائیے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اس کے بعد ایک مدت تک عینک فریمی کسی محفل میں نظر نہیں آئے۔ بعد ازاں جب ان سے خاصی قربت ہوئی (اس کی تفصیل بعد میں آ رہی ہے) تو پتا چلا کہ یہ اللہ کا بندہ شہرت اور نام و نمود سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔ یوں بھی طبیعت میں ایسی درویشی اور بے نیازی تھی کہ نہایت پُرگو شاعر ہونے کے باوجود نہ اپنا کلام سنبھال کر رکھا نہ کوئی بیاض مرتب کی۔

مرزا سے میری ذاتی دوستی کا آغاز ۱۹۵۵ء میں ہوا۔ میں گارڈن کالج سے بی اے کر چکا تھا اور خاندانی حالات کی وجہ سے مزید تعلیم کے لیے لاہور پنجاب یونیورسٹی نہیں جا سکتا تھا۔ خوش قسمتی سے گارڈن کالج میں ہی پنجاب یونیورسٹی نے (جو اس وقت صوبہ کی واحد یونیورسٹی تھی) تاریخ، اردو اور انگریزی میں ایم اے کلاسز کی منظوری دے دی۔ مقامی ضروریات کے مطابق یہ کلاسیں شام کو ہوتی تھیں۔ میں نے ایم اے تاریخ میں داخلہ لے لیا، دن بھر فراغت تھی۔ چنانچہ میں نے جی ایچ کیو میں ملازمت کے لیے ٹیسٹ دیا اور میری تعیناتی بطور اسسٹنٹ ہو گئی۔ اس زمانہ میں یہ ملازمت بہت غنیمت تھی۔

قسمت کی خوبی دیکھئے کہ مجھے جس سیکشن میں بھیجا گیا مرزا انذیر احمد عینک فریمی وہاں پہلے ہی کام کر رہے تھے۔ چند دنوں میں ہمارا تعلق گہری دوستی میں بدل گیا۔ یہاں مجھے مرزا کو قریب سے دیکھنے اور پرکھنے کا موقع ملا۔

مرزا اپنی عام زندگی میں ان تمام خوبیوں اور خرابیوں کا مرقع تھے جو عرصے سے شاعروں کا طرۂ امتیاز سمجھی جاتی ہیں لیکن ان کے سینے میں ایک ایسا دل تھا جو اسلام اور پاکستان کے لیے دھڑکتا تھا۔ ان کے اندر کا یہ پکا اور سچا مسلمان جلد ہی باہر بھی آ گیا۔ شاید اس میں کچھ ہم ایسوں کی صحبت کا بھی اثر تھا جنھوں نے بزرگوں کی آنکھیں دیکھی تھیں۔

میرے لیے سرکاری ملازمت اور وہ بھی فوج کے ہیڈ کوارٹر کی ملازمت کا یہ پہلا موقع تھا۔ ایک آزاد منش انسان کے لیے دفتری ماحول کی جکڑ بندیاں سوہانِ روح تھیں۔ میرے اضطراب کا اظہار بھی ہوتا رہتا تھا۔ ایک روز کسی نے پوچھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ کیوں بھائی دفتر میں دل لگ گیا۔ مرزا نے فوراً پھڑکتا ہوا مصرع کہہ دیا:

نو گرفتارِ بلا ہے یہ تڑپتا ہے ابھی

پھر تھوڑی دیر کے بعد گویا ہوئے اور شعر مکمل کر دیا:

طائرِ دل کے یہ انداز بدل جائیں گے

یوں ایک خوبصورت شعر موزوں ہوگیا۔

جی ایچ کیو میں انگریزوں کے وقتوں سے کینٹین کو ''ٹفن روم'' کہا جاتا تھا۔ ان ٹفن روموں کا معیار عام دفتری کینٹینوں سے بہت بہتر تھا۔ خصوصاً چائے بہت عمدہ ہوتی تھی۔ مرزا کی طرف سے قریبی ٹفن روم کو ہدایت تھی کہ صبح آتے ہی چائے کا ایک سیٹ ان کی میز پر ہونا چاہیے۔ اسے وہ اپنی اصطلاح میں ''صبوحی'' کہتے تھے۔ جلد ہی میں بھی اس صبوحی کی محفل کا مستقل شریک ہوگیا۔ چائے کے گرم گرم جرعوں کے ساتھ مرزا کا تازہ کلام بھی دل و دماغ کو فرحت بخشتا تھا۔

میں اسے شعر و ادب کی دنیا کے لیے بہت بڑا سانحہ سمجھتا ہوں کہ اس نابغۂ روزگار اور قادرالکلام شاعر کا ملک و ملت کے درد میں ڈوبا ہوا کلام ضائع ہوگیا۔ اس عمر میں حافظہ بھی جواب دے گیا ہے لیکن جو چند اشعار مجھے یاد رہ گئے ہیں۔ ان سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ مرزا کس پایہ کے شاعر تھے اور ان کے اندر اسلام اور پاکستان کی محبت کس طرح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

ایک روز صبح ہی صبح چائے کی محفل میں، میں نے محسوس کیا کہ مرزا پر غیر معمولی پژمردگی چھائی ہوئی ہے۔ میں نے اداسی کا سبب پوچھا تو کہنے لگے تعجب ہے کہ آپ کو اس اداسی کی وجہ معلوم نہیں۔ ہمارے اصرار پر کہنے لگے آپ لوگوں نے یہ خبر نہیں سنی کہ کل روس نے اپنا ایک سیارہ زمین کی کشش ثقل کو توڑ کر فضا میں بھیج دیا ہے۔ جس میں ایک کتیا بھی سوار ہے۔ یہ سیارہ سپٹنک اوّل تھا اور اس میں سوار کتیا کا نام ''لائیکا'' تھا۔ اس کے بعد مرزا نے اپنا ایک قطع سنایا جوان کی شاعرانہ عظمت، شدتِ احساس اور معاملات پر گہری نظر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پڑھیے اور سر دھنیے۔ فرمانے لگے:

''سعیِ پیہم'' سے طریقِ شیخ چلّی دور ہے　　اپنے دل سے جذبۂ قومی و ملی دور ہے
ایک ہم ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ دلّی دور ہے　　ایک وہ ہیں جن کے کتے بھی فلک پر چڑھ گئے

اس قطعہ میں ''سعیِ پیہم'' کی ترکیب کی معنویت اور ''دلّی دور ہے'' کے محاورے کا استعمال خصوصاً توجہ چاہتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ معرکتہ الآرا سائنسی ایجادات چند دنوں میں وجود میں نہیں آتیں۔ ان کے لیے برسوں کی محنت اور مسلسل تحقیق لازمی ہے اور شیخ چلّی کی طرح خیالی پلاؤ پکانے والی قوم کے لیے ایسے کارنامے ناممکنات میں سے ہیں۔

پچاس کی دہائی میں ہی پاکستان میں گندم کی شدید قلت پیدا ہوگئی تھی۔ اسی وقت امریکہ بہادر میدان میں کود پڑا۔ امریکہ کی فالتو اور مضرِ صحت گندم سے لدے جہاز کراچی کی بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ قوم کو اس احسان کی اہمیت جتلانے کے لیے پبلسٹی کے تمام تر وسائل استعمال کیے گئے۔ اونٹ گاڑیوں پر لد کر یہ گندم شہر میں گھمائی گئی اور اونٹوں کے گلے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''تھینک یو امریکہ'' کی تختیاں لٹکائی گئیں۔ ادھر جب یہ گندم پس کر لوگوں کے معدوں میں پہنچی تو اکثریت کے پیٹ خراب ہوئے۔ مرزا نے اس صورتِ حال پر یوں تبصرہ کیا:

''سام'' کے تحفے سے پیچش کی شکایت ہے فضول
کھا کے گندم قوم کو سرسام ہونا چاہیے

اس دور میں ایک معذور گورنر جنرل (۱) نے منکرین حدیث کی خوب حوصلہ افزائی کی اور ان کے سرخیل (۲) نے احسانات کا بدلا یوں اتارا کہ حاکم وقت کے لیے ''مرکزِ ملت'' کی اصطلاح وضع کی اور ان صاحب کو اس کا مصداق ٹھہرایا۔ مرزا کی گرفت ملاحظہ فرمائیے۔ اسی نظم میں کہتے ہیں:

کفر کی تبلیغ کیجیے، کفر کو پھیلائیے
کفر کا عنواں مگر اسلام ہونا چاہیے

ان کا تقریباً تمام کلام اسی نوعیت کا ہوتا تھا۔ قومی معاملات میں ان کی دقتِ نظر، دردمندی اور قدرتِ کلام کا مظہر، صد حیف کہ یہ قومی اثاثہ محفوظ نہیں رہ سکا۔

مرزا نے بعد میں کراچی یونیورسٹی سے ایل ایل بی کیا پھر کسی نہ کسی طرح انگلستان پہنچ گئے۔ وہاں انھوں نے بیرسٹری بھی کی اور دارالکفر میں جا کر ان کے اندر کا پکا اور سچا مسلمان پوری آب وتاب کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ان کی عام زندگی میں اسلامی تعلیمات کا بھرپور عکس نظر آنے لگا۔ انگلستان میں انھوں نے یہودیوں اور قادیانیوں کی سرگرمیوں کا بھی خوب مقابلہ کیا۔ ہمارے مشترکہ دوست بتاتے ہیں کہ انھوں نے ہائیڈ پارک کے سپیکرز کارنر میں اسلامی تحریکوں کی مؤثر ترجمانی کی بلکہ ایک مرتبہ یہودیوں کے ہاتھوں مار بھی کھائی۔ وہ سپیکرز کارنر کے مستقل حاضرین میں شامل رہے۔

انگلستان میں پانچ چھے سال گزار کر وہ پاکستان واپس آ گئے اور راولپنڈی میں وکالت شروع کر دی لیکن جلد ہی انھیں ایک ایسے صدمے سے دوچار ہونا پڑا جو ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوا۔ ابھی وہ پچاس کے پیٹے میں تھے کہ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

ان کی موت بھی ان کی قومی غیرت اور انتہائی حساس قلب کی ترجمان تھی۔ ہوا یوں کہ ان کا بھائی ایک ملک دشمن سرگرمی میں ملوث ہونے کے الزام میں پکڑا گیا۔ یہ الزام بعد میں ثابت نہ ہو سکا لیکن مرزا نذیر احمد عینک فریبی کے لیے یہ خبر جانکاہ ثابت ہوئی۔ انھیں اتنا شدید دھچکا لگا کہ وہ جانبر نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ (آمین)

ان کے بلند پایہ کلام میں سے ان کے ہاتھ کی تحریر کردہ ایک نظم میرے پاس محفوظ رہ گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں ان کے ''اصلی قومی ترانے'' کے علاوہ یہ نظم بھی انھیں لافانی بنا دینے کے لیے کافی ہے۔ یہ نظم اس دور کی ہے جب پاکستان کے

(۱) غلام محمد لنگڑا (۲) غلام احمد پرویز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک گورنر جنرل اپنی خوش خوراکی کی وجہ سے بہت بدنام تھے۔ کہا جاتا تھا کہ انھیں صبح وشام مرغ نوشی سے فرصت نہ تھی۔ مرزا نے ان کی اس وجۂ شہرت کو سامنے رکھتے ہوئے نظم کا عنوان ”مرغ نامہ“ رکھا اور ملک کو درپیش تمام مسائل، اخلاقی انحطاط، بے حسی اور مشکلات سے چشم پوشی کی نہایت شاندار عکاسی کی۔ اس نظم کے بہت سے بند آج کے حالات پر بھی منطبق ہوتے ہیں۔ یہ نظم بطور تبرک پیش خدمت ہے۔

مرغ نامہ

ہر طرف پیچ و تاب ککڑوں کوں　　چار سو اضطراب ککڑوں کوں
کربلا بن رہا ہے پاکستان　　خشک راوی چناب[1] ککڑوں کوں
اے قیادت مآب ککڑوں کوں
نعرۂ انقلاب ککڑوں کوں
سندھ، پنجاب، سرحد و بنگال　　ہر جگہ جوتیوں میں بٹتی ہے دال
مصر، ایران، بھارت و کشمیر　　قوم کے سامنے ہیں لاکھ سوال
اور سب کا جواب ککڑوں کوں
نعرۂ انقلاب ککڑوں کوں
خاک اڑتی ہے گلستانوں میں　　جوتے چلتے ہیں باغبانوں میں
آشیاں کی خبر نہیں ان کو　　وہ تو ہیں مست مرغی خانوں میں
یعنی عالی جناب ککڑوں کوں
نعرۂ انقلاب ککڑوں کوں
یہ حقیقت ہے یا فسانہ ہے　　برق کی زد میں آشیانہ ہے
رہبرِ قوم کو ہے پیٹ کی فکر　　ان کے لب پر یہی ترانہ ہے
لاؤ شامی کباب ککڑوں کوں
نعرۂ انقلاب ککڑوں کوں
یوں ہی لے لیں گے وادیٔ کشمیر　　کیا ضروری ہیں خنجر و شمشیر
جنگ ہے کام بدمعاشوں کا[2]　　چھوڑ اے قوم نعرۂ تکبیر

(۱) اور اب تو راوی چناب حقیقتاً خشک ہو ہی گئے ہیں۔ (۲) آج بھی ہمیں باور کرایا جا رہا ہے کہ جنگ شریفوں کا وطیرہ نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب تو ہے کامیاب ککڑوں کوں
نعرۂ انقلاب ککڑوں کوں

قوم سود و زیاں کو کیا سمجھے　　وہ ہماری زباں کو کیا سمجھے
سو گئی ہے اذان سن سن کر　　لطفِ کُٹ کُٹ کُٹاں کو کیا سمجھے
نغموں کا انتخاب ککروں کوں
نعرۂ انقلاب ککڑوں کوں

ٹھونگا سب کو لگا گیا مرغا　　رنگ اپنا جما گیا مرغا
انقلابات ہیں زمانے کے　　شاہبازوں پہ چھا گیا عرغا
کیوں نہ بولیں عقاب ککڑوں کوں
نعرۂ انقلاب ککڑوں کوں

بن گیا اپنے ملک کا آئیں　　بس گئے سب کے سب پناہ گزیں
ہو گئی فتح وادئ کشمیر　　سو سوالوں کا اک جوابِ ”نہیں“
سب کا لُبِّ لُباب ککڑوں کوں
نعرۂ انقلاب ککڑوں کوں

وہ اٹھائیں گے اردو کا لاشہ　　لوگ بولیں گے بونگلا بھاشہ
ایک سے پانچ دب ہی جائیں گے　　پانچ اک ماشہ ، اک سوا ماشہ
لے گا پانچوں کو داب ککڑوں کوں (۱)
نعرۂ انقلاب ککڑوں کوں

دیکھو سب کچھ زباں سے کچھ نہ کہو　　جس طرف سب ہیں ، ادھر کو ہو
سیفٹی ایکٹ کا زمانہ ہے　　تم بھی عینک بس اب خموش رہو
کہتے ہیں شیخ و شاب ککڑوں کوں
نعرۂ انقلاب ککڑوں کوں

---

(۱) مغربی پاکستان کے پانچ صوبوں بشمول کشمیر اور مشرقی پاکستان کے درمیان عددی تفاوت کی بلیغ نشاندہی کی ہے۔

© rasailojaraid.com